حضور ﷺ نے فرمایا: "البركة مع أكابركم" برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہیں۔
(رواہ ابن حبان باسناد صحیح)

اشاعت نمبر ۲۱

تحقیقی، علمی و اصلاحی

رسالہ

دِفاعِ اَسلاف

ہند

فہرست مضامین

زیرِ سرپرستی

مصلح ملت
حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب
دامت برکاتہم

کیا حدیث: ''من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد أتی بابا من أبو اب الکبائر''
موضوع ہے؟ [قسط ۵]

-مفتی ابن اسماعیل المدنی
-مولانا عبد الرحیم قاسمی
-ڈاکٹر ابو محمد شہاب علوی

اعتراض:

طالب الرحمٰن صاحب کہتے ہیں کہ

فضائل نماز کی ایک روایت، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نمازوں کو بغیر عذر کے، جمع کرے، وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچ گیا، (فضائل نماز: ص ۲۵۷)، بھی سخت ضعیف ہے، (ضعیف الجامع الصغیر رقم ۵۵۵۶) اور زکریا صاحب کے بقول بھی اس کی سند کا ایک راوی حنش ابن قیس کی بقول حافظ ابن حجر کے حصین بن نمیر کے علاوہ، کسی نے توثیق نہیں کی، بلکہ ابن حجر نے ایک جگہ اس [کو] ''واہٍ'' لکھا اور اس کو احمد اور دوسروں نے ضعیف کہا، لہذا زکریا صاحب نے یہ گھڑا کہ اہل علم کے عمل سے یہ حدیث صحت کو پہنچتی ہے، اگرچہ اس کی سند قابل اعتماد نہیں، یہ ہیں شیخ الحدیث ہونے کے فوائد۔ [**تبلیغی جماعت کا اسلام: ص ۱۷۱-۱۷۲**]

الجواب:

امام ابو عیسی الترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو سلمة يحيى بن خلف البصري قال: حدثنا المعتمر بن سليمان، عن أبيه، عن حنش، عن عكرمة، عن ابن عباس، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: »من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد أتى بابا من أبواب الكبائر۔

وحنش هذا هو أبو علي الرحبي، وهو حسين بن قيس، وهو ضعيف عند أهل الحديث، ضعفه أحمد وغيره۔

(الجامع للترمذی: حدیث نمبر ۱۸۸)

سند کی تحقیق:

اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، البتہ الحسین بن قیس، و لقبہ حنش ضعیف ومتروک ہے۔ (**تقریب: رقم ۱۳۴۲**)، شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) کہتے ہیں کہ ''ضعیف جداً''۔ (**سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: رقم ۴۵۸۱**)

مگر شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) کا یہ حکم محل نظر ہے، کیونکہ اسی حدیث کے تحت، مشہور امام، حافظ ابوبکر البزارؒ (م ۲۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ

وحنش هو ابن قيس الرحبي، روى عنه التيمي، وخالد بن عبد الله وغيرهما، وليس بالقوي، وإنما يكتب من حديثه

ما يرويه غيره ـ(كشف الأستار عن زوائد البزار على الكتب الستة للهيثمي: رقم ۱۳۵۶)

یعنی امام بزارؒ (م ۲۹۲ھ) کے نزدیک، ان کی روایت، متابعت کی صورت میں لکھی جاسکتی ہے اور اس روایت کے بھی متابعات موجود ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

متابع نمبر ا:

امام ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کہتے ہیں کہ

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا أسيد بن عاصم، ثنا الحسين بن حفص، عن سفيان، عن سعيد، عن قتادة، عن أبي العالية، عن عمر بن الخطاب - رضي الله عنه - قال: جمع الصلاتين من غير عذر من الكبائر۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ "۲" نمازوں کو بغیر کسی عذر کے، جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔(**الخلافیات للبیہقی: ج ۳: ص ۴۴۸، مصنف عبد الرزاق الصنعانی: حدیث نمبر ۴۴۲۲**)

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) مشہور حافظ كبير، جبل من جبال العلم، أحذق المحدثين ہیں۔(السَّلسَبِيلُ النَّقِي في تَرَاجِمِ شيُوخ البَيهَقِيّ: ص ۳۳)

(۲) صاحب المستدرک، امام ابو عبد اللہ الحاکم الصغیرؒ (م ۴۰۵ھ) بھی مشہور ثقہ، حافظ، بلکہ شیخ المحدثین ہیں۔(الرّوض الباسم في تراجم شيوخ الحاكم: ج ۱: ص ۹۸)

(۳) محمد بن یعقوب، ابو العباس الاصمؒ (م ۳۴۶ھ) بھی مشہور ثقة حافظ، إمام أهل المشرق ہیں۔(الرّوض الباسم في تراجم شيوخ الحاكم: ج ۲: ص ۱۲۸۱)

(۴) امام اسید بن عاصم الاصبہانیؒ (م ۲۷۰ھ) بھی ثقہ ہیں۔(**کتاب الثقات للقاسم: ج ۲: ص ۴۲۵، تاریخ الاسلام: ج ۶: ص ۳۰۱**)

(۵) حسین بن حفصؒ (م ۲۱۱ھ) صحیح مسلم وسنن ابن ماجہ کے راوی اور صدوق ہیں۔(**تقریب: رقم ۱۳۱۹**)

(۶) سفیان بن سعید الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، حجت، امام ہیں۔(**تقریب: رقم ۲۴۴۵**)

نوٹ:

سفیان بن سعید الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) مدلس ہے، مگر یہاں ان کے متابع میں ثقہ، ثبت، امام، معمر بن راشد البصریؒ (م ۱۵۴ھ) موجود ہیں۔(**مصنف عبد الرزاق: حدیث نمبر ۴۴۲۲**)، لہذا ان کے عنعنہ پر اعتراض فضول ہوگا۔

(۷) سعید بن ابی عروبہؒ (م ۱۵۷ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، و كان من اثبت الناس في قتادة ہیں۔(**تقریب: رقم ۲۳۶۵**)

<u>نوٹ نمبر ۱:</u>

سعید بن ابی عروبہؒ (م۱۵۷ھ) مختلط ہو گئے تھے، مگر امام سفیان الثوریؒ (م۱۶۱ھ) نے ان سے قبل الاختلاط روایت لی ہے۔ **(تحریر تقریب التہذیب: رقم ۲۳۶۵)**

<u>نوٹ نمبر ۲:</u>

سعید بن ابی عروبہؒ (م۱۵۷ھ) مدلس بھی تھے، مگر یہاں ان کے متابع میں بھی ثقہ، ثبت، امام، ایوب السختیانیؒ (م۱۳۱ھ) موجود ہیں۔ **(مصنف عبدالرزاق: حدیث نمبر ۲۴۴۲)**، لہذا ان کے ''عنعنہ'' پر اعتراض فضول ہوگا۔

(۸) قتادۃ بن دعامۃؒ (م۱۱۹ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، امام ہیں۔ **(تقریب: رقم ۵۵۱۸)**

<u>نوٹ:</u>

قتادۃ بن دعامۃؒ (م۱۱۹ھ) مدلس تھے، مگر یہاں ان کے متابع میں ثقہ، راوی خالد الحذاء موجود ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۶۸۰)**، لہذا اس روایت میں ان کے عنعنہ پر اعتراض باطل ہوگا۔

(۹) ابوالعالیۃ، رفیع بن مہران البصریؒ (م۹۳ھ) ثقہ، امام اور مفسر ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۹۵۳)**

(۱۰) حضرت عمر بن خطابؓ (م۲۲ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ اور خلیفہ راشد، بلکہ خلیفۃ خلیفۃ الرسول ﷺ ہیں۔

<u>نوٹ:</u>

حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) کہتے ہیں کہ ''وسمع من: عمر، وعلي'' ابوالعالیۃؒ نے حضرت عمرؓ اور علیؓ سے سنا ہے۔ **(سیر: ج۴: ص۲۰۷)**، حافظ شمس الدین، ابن الجزریؒ (م۸۳۳ھ) نے کہا: ''ودخل علی أبي بکر وصلی خلف عمر''۔ **(غایۃ النہایۃ في طبقات القراء: ج۱: ص۲۸۴)**، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) بھی یہی فرماتے ہیں۔ **(لسان المیزان: ج۷: ص۱۷۴، طبع دائرۃ المعارف النظامیۃ - الہند)**، امام ابن ابی حاتم الرازیؒ (م۳۲۷ھ) فرماتے ہیں کہ ''ویثبت لہ عن عمر وعلی وابن مسعود وابی ایوب'' ابوالعالیۃؒ کا حضرت عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، ابوایوبؓ وغیرہ سے روایت لینا ثابت ہے۔ **(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج۳: ص۵۱۰)**، حافظ ابن نقطۃؒ (م۶۲۹ھ) فرماتے ہیں کہ ''وَسمع عمر بن الْخطاب''۔ **(إکمال الإکمال لابن نقطۃ: ج۴: ص۹۳)**، امام ابوالحسین، مسلم بن الحجاج النیسابوریؒ (م۲۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ ''أبو العالیۃ رفیع الریاحي سمع عمر بن الخطاب وابن عباس''۔ **(الکنی والأسماء للامام مسلم: ج۱: ص۶۲۱)**، امام ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل البخاریؒ (م۲۵۶ھ) نے بھی کہا: ''أَبو العالیۃ الریاحي، اسمہ رفیع سمع عُمَر بْن الْخَطَّاب''۔ **(التاریخ الکبیر للبخاری: ج۹: ص۸۹)**،

بلکہ حضرت عمرؓ سے مروی ایک روایت میں انہوں نے سماع کی تصریح بھی کی ہے۔ **(الطبقات الکبری لابن سعد: ج۷: ص۸۰-۸۱)**، لہذا امام شافعیؒ (م۲۰۴ھ)، امام بیہقیؒ (م۴۵۸ھ) وغیرہ کی رائے ''أبو العالیۃ لم یسمع من عمر رضي اللہ عنہ'' مرجوح ہے۔ واللہ اعلم

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ سند حسن ہے۔

تنبیہ:

حضرت عمرؓ کا قول "جمع الصلاتين من غير عذر من الكبائر" غیر مدرک بالقیاس ہے، لہذا یہ روایت مرفوع کے حکم میں ہے۔

متابع نمبر ۲:

مشہور مفسر، محدث، حافظ ابو محمد، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازیؒ (م ۳۲۷ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا الحسن بن محمد الصباح، ثنا إسماعيل بن علية، عن خالد الحذاء، عن حميد بن هلال، عن أبي قتادة يعني العدوي قال: قرئ علينا كتاب عمر: من الكبائر جمع بين الصلاتين، يعني: من غير عذر۔

حضرت ابوقتادہ العدویؒ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے، حضرت عمرؓ کا خط پڑھا گیا کہ بغیر عذر کے، "۲" نمازوں کو ایک ہی وقت میں جمع کرنا گناہِ کبیرہ میں سے ہے۔ **(تفسیر ابن ابی حاتم الرازی: ج ۳: ص ۹۳۲، حدیث نمبر ۵۲۰۸)**

سند کی تحقیق:

(۱) حافظ ابو محمد، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازیؒ (م ۳۲۷ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور امام العلل ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج ۶: ص ۲۹۴، لسان المیزان: ج ۵: ص ۱۳۰)**

(۲) امام الحسن بن محمد الزعفرانیؒ (م ۲۶۰ھ) صحیح بخاری و سنن اربع کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۲۸۱)**

(۳) اسماعیل بن علیہؒ (م ۱۹۳ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۴۱۶)**

(۴) خالد بن مہران الحذاءؒ بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۶۸۰)**

(۵) حمید بن ہلال، ابونصر البصریؒ بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۵۶۳)**

(۶) حضرت ابوقتادہ العدوی البصریؒ بھی ثقہ ہیں، اگر چہ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ **(تقریب: رقم ۸۳۱۲)**

معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام رواۃ ثقہ ہیں اور حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) نے اس کی سند کو "صحیح" قرار دیا ہے۔ **(تفسیر ابن کثیر: ج ۲: ص ۲۴۳، طبع العلمیۃ بیروت)**

متابع نمبر ۳:

الحافظ الکبیر، امام عبدالرزاق الصنعانیؒ (م ۲۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ

عن معمر، عن أيوب، عن قتادة، عن أبي العالية، أن عمر كتب إلى أبي موسى: واعلم أن جمعا بين الصلاتين من الكبائر إلا من عذر۔

حضرت عمرؓ نے ابوموسی الاشعریؓ کو خط لکھا: جان لو کہ عذر کے علاوہ، "۲" نمازوں کو جمع کرنا کبائر میں سے ہے۔ **(مصنف عبد الرزاق: حدیث نمبر ۴۴۲۲)**

<u>سند کی تحقیق:</u>

اس سند کے تمام روات مشہور ائمہ ثقات بلکہ اثبات ہیں اور قاضی شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔(تشنیف السمع للشوکانی:ص۲۹)،

<u>متابع نمبر ۴:</u>

ثقہ، ثبت، امام ابوبکر ابن ابی شیبۃ علیہ الرحمۃ (م ۲۳۵ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا وكيع ,قال: حدثنا أبو هلال, عن حنظلة السدوسي, عن أبي موسى, قال: الجمع بين الصلاتين من غير عذر من الكبائر۔

حضرت ابوموسی الاشعریؓ نے فرمایا: کہ "۲" نمازوں کو بغیر کسی عذر کے، جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔(**مصنف ابن ابی شیبۃ: حدیث نمبر ۸۳۳۷**)

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) امام ابوبکر ابن ابی شیبۃ علیہ الرحمۃ (م ۲۳۵ھ) مشہور ثقہ، ثبت، امام ہیں۔

(۲) امام وکیع بن الجراحؒ (م ۱۹۷ھ) بھی ثقہ، ثبت، حافظ ہیں۔(**تقریب: رقم ۷۴۱۴**)

(۳) ابو ہلال، محمد بن سلیم الراسبیؒ (م ۱۶۷ھ) سنن اربع کے راوی اور صدوق، حسن الحدیث ہیں۔(**تقریب: رقم ۵۹۲۳، سلسلۃ الأحاديث الصحيحة: ج ۴: ص ۳۲۰**)

(۴) حنظلۃ السدوسیؒ سنن الترمذی وابن ماجہ کے راوی اور ضعیف ہیں۔(**تقریب: رقم ۱۵۸۳**)، مگر مصنف عبدالرزاق کی روایت: "**أن عمر كتب إلى أبي موسى: واعلم أن جمعا بين الصلاتين من الكبائر إلا من عذر**" کی روایت، اس روایت کا قوی متابع ہے، لہذا ان کا ضعف مضر نہیں۔

(۵) ابوموسی الاشعریؓ (م ۵۰ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مصنف عبدالرزاق کی روایت: "**أن عمر كتب إلى أبي موسى: واعلم أن جمعا بين الصلاتين من الكبائر إلا من عذر**" کی روایت، اس روایت کا قوی متابع ہے، یعنی بعید نہیں کہ حضرت عمرؓ کے حکم کے بعد، حضرت ابوموسیؓ نے خود بھی لوگوں کو یہی بات کہی ہو۔ لہذا حنظلۃ السدوسیؒ کا ضعف اور حنظلۃ السدوسیؒ وابوموسی الاشعریؓ (م ۵۰ھ) کے درمیان کا شبہ انقطاع، اس روایت کی صحت کے لئے مضر نہیں ہے۔

<u>متابع نمبر ۵:</u>

ثقہ، حافظ، امام، فقیہ، امام ابوعبداللہ، محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں کہ

اخبرنا سلام بن سليم الحنفي عن ابي اسحاق السبيعي عن عبد الرحمن ابن الاسود عن علقمة بن قيس و الاسود بن

يزيد قالا كان عبد الله بن مسعود يقول لا جمع بني الصلاتين الا بعرفة الظهر و العصر۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ"۲" نمازوں کو جمع نہیں کیا جائے گا، مگر عرفہ میں ظہر وعصر کے وقت میں۔(**الحجة على اهل المدينة: ج۱: ص۱۶۵**)

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) امام ابو عبداللہ، محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) ثقہ، حافظ، مشہور ثبت، فقیہ ہیں۔(**مجلہ الاجماع: ش ۱۳: ص۱**)

(۲) سلام بن سلیم، ابو الاحوص الحنفی الکوفیؒ (م ۱۷۹ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، متقن، صاحبِ حدیث ہیں۔(**تقریب: رقم ۲۷۰۳**)

(۳) ابو اسحاق، عمرو بن عبداللہ السبیعیؒ (م ۱۲۹ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، مکثر، عابد ہیں۔(**تقریب: رقم ۵۰۶۵**)

(۴) عبدالرحمٰن بن الاسود بن یزید النخعی الکوفیؒ (م ۹۹ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔(**تقریب: رقم ۳۸۰۳**)

(۵) الاسود بن یزید النخعیؒ (م ۷۵ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، مکثر، فقیہ ہیں۔(**تقریب: رقم ۵۰۹**) اور ان کے متابع میں ثقہ، ثبت، امام علقمہ بن قیس النخعیؒ (م بعد ۶۰ھ) ہیں۔(**تقریب: رقم ۴۶۸۱**)

(۶) عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام روات ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے۔ واللہ اعلم

نیز عبداللہ بن مسعودؓ نے گویا یہاں پر "عذر" کے معنی بیان کر دیے ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ، ابو موسی الاشعریؓ اور ابن مسعودؓ کا "ابن عباسؓ سے مروی" مرفوع روایت پر عمل ہے اور حضرت عمرؓ کا اثر بھی غیر مدرک بالقیاس ہونے کی وجہ سے مرفوع کے حکم میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابو بکر السیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ

وله شاهد موقوف أخرجه البيهقي عن أبي قتادة العدوي أن عمر رضي الله عنه: كتب إلى عامل له ثلاث من الكبائر الجمع بين الصلاتين إلا من عذر والفرار من الزحف والنهب.

وأخرج من وجه آخر عن أبي العالية عن عمر رضي الله عنه قال: جمع الصلاتين من غير عذر من الكبائر أخرجه عبد الرزاق في المصنف عن معمر عن قتادة عن أبي العالية الرياحي أن عمر بن الخطاب كتب إلى أبي موسى واعلم أن جمعا بين الصلاتين من غير عذر من الكبائر.

وقال حدثنا حفص بن غياث عن أبي بن عبد الله قال جاءنا كتاب عمر بن عبد العزيز: لا تجمعوا بين الصلاتين إلا من عذر والله أعلم۔(اللآلىء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة: ج۲: ص۲۲)

غور فرمائیں! حافظ ابو بکر السیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) حنش کی روایت کے دفاع میں حضرت عمرؓ کی روایت کو ذکر کر رہے ہیں، جو کہ حکماً مرفوع ہے، جیسا کہ گزر چکا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ حنش کی روایت کو امام العلل، امام ابو محمد، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازیؒ (م ۳۲۷ھ) نے

’’صحیح‘‘ قرار دیا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم الرازی: ج ۳: ص ۹۳۲، ج ۱: ص ۱۴)

حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ھ) کے قول پر طالب الرحمٰن کا جاہلانہ تبصرہ:

حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ جَمَعَ بَيْنَ صَلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ أَتىٰ بَابًا مِّنْ أَبْوَابِ الْكَبَائِرِ.

(رواه الحاكم وقال: حنش هو ابن قيس ثقة، وقال الحافظ: بل واه بمرة لانعلم أحدا وثقه غير حصين بن نمير، كذا في الترغيب؛ زاد السيوطي في الدر الترمذي أيضا، وذكر في اللآلي له شواهد، وكذا في التعقبات وقال: الحديث أخرجه الترمذي وقال: حنش ضعيف، ضعفه أحمد وغيره، والعمل علىٰ هذا عند أهل العلم، فأشار بذلك إلىٰ أن الحديث اعتضد بقول أهل العلم، وقد صرح غير واحد بأن من دليل صحة الحديث قول أهل العلم به وإن لم يكن له إسناد يعتمد علىٰ مثله۔

(فضائل اعمال: ج ۱: فضائل نماز: ص ۲۲۷)

اور طالب الرحمٰن نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ’’زکریا صاحب نے یہ گھڑا کہ اہل علم کے عمل سے یہ حدیث صحت کو پہنچتی ہے، اگرچہ اس کی سند قابل اعتماد نہیں، یہ ہیں شیخ الحدیث ہونے کے فوائد‘‘، جیسا کہ گزر چکا۔

حالانکہ اگر موصوف یہ اعتراض کرنے سے پہلے، حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کی ’’قوت المغتذي على جامع الترمذي‘‘، ’’اللآلىء المصنوعة‘‘، وغیرہ کتابیں دیکھ لیتے، تو یہ اعتراض نہ کرتے، مگر شاید مقصد کچھ اور ہی تھا۔ واللہ اعلم

خیر! خود حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ھ) ’’أوجز المسالک‘‘ میں فرماتے ہیں کہ

ويؤيده ايضاً ماتقدم من حديث ابن مسعود - رضى الله عنهما - فى حصر الجمع بعرفة والمزدلفة، وقد روى حديث الجمع بين الصلاتين، وهو بمنزلة النص فى الباب، اذ يروى عنه حديث الجمع ايضاً وينكر صلاته ﷺ فى غير وقتها الا فى هذين الموضعين: عرفة والمزدلفة۔

ويؤيده ايضاً ماروى عن ابن عباس - رضى الله عنهما - مرفوعاً: من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد اتى باباً من ابواب الكبائر، اخرجه الترمذى وغيره وضعفه الترمذى بحنش الراوى، وحنش هذا هو حسين بن قيس، ضعفه جماعة من المحدثين لكن وثقه الحاكم فى المستدرك وحسّن هذا الحديث ابن كثير فى تفسيره۔ وهذا القدر يكفى للتأييد مع ان هذا الحديث مؤيد بالآثار۔

فقد اخرج محمد فى موطئه عن عمر بن الخطاب - رضى الله عنه - انه كتب فى الآفاق ينهاهم ان يجمعوا بين الصلاتين ويخبرهم ان الجمع بين الصلاتين فى وقت واحد كبيرة من الكبائر، واخرجه البيهقى عنه بعدة طرق وتكلم على اتصالها وادّعى ارسالها ورده ابن التركمانى فى الجوهر النقى فارجع اليهما لو شئت۔

وقال الزيلعى بعد ذكر هذه الآثار: فاذا انضم هذا الى الأول صار قوياً، وما تقدم عن ابن عباس: لا يفوت صلاة حتى

يجئی وقت الأخری فهو ايضاً مؤيد لروايته المرفوعة، فزدادت قوة واخرج ابن ابی شيبة بسنده عن ابی موسی انه قال: الجمع بين الصلاتين من غير عذر من الكبائر۔ (ج ۳: ص ۱۵۷)

غور فرمائیں! اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۳ھ) کی عبارت ''**العمل علی هذا عند أهل العلم**'' میں اہل علم سے مراد صحابہ کرامؓ ہیں، اور صحابہؓ کے آثار، بالخصوص حضرت عمرؓ کا اثر حکماً مرفوع ہے، جیسا کہ گزر چکا۔

لہذا اہل حدیث عالم، طالب الرحمٰن کا اعتراض ''زکریا صاحب نے یہ گھڑا کہ اہل علم کے عمل سے یہ حدیث صحت کو پہنچتی ہے، اگر چہ اس کی سند قابل اعتماد نہیں''، ان کی جہالت کا نتیجہ ہے اور کچھ نہیں۔

خلاصہ یہ کہ حضرت عمرؓ کے قول کی وجہ سے، حنش کی روایت بھی مقبول ہوگی۔ واللہ اعلم

کیاحدیث:''لما اقترف آدم الخطیئة قال: یا رب أسألك بحق محمد لما غفرت لي.....''
موضوع ہے؟[قسط۲]

-ڈاکٹرابو محمد شہاب علوی

طالب الرحمٰن صاحب کہتے ہیں کہ

اور پھرزکریا صاحب ایک اور موضوع روایت بیان کرتے ہیں کہ جب آدمؑ سے دانہ کھانے کی خطاء صادر ہوئی تو انہوں نے اللہ جل شانہ سے حضورﷺ کے طفیل دعا کی اللہ جل شانہ نے دریافت کیا کہ آدم تم نے محمدﷺ کو کیسے جانا ابھی تو میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا،تو حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ یا اللہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا اور مجھ میں جان ڈالی تھی تو میں نے عرش کے ستونوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہﷺ لکھا ہوا دیکھا تھا،تو میں نے سمجھ لیا تھا کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ جس کا نام ملایا ہے،وہ ساری مخلوق میں آپ کوسب سے زیادہ محبوب ہوگا،حق تعالی شانہ نے فرمایا: کہ بیشک وہ ساری مخلوق میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور جب اس کے طفیل تم نے مغفرت طلب کی،تو میں نے تمہاری خطا معاف کردی۔(ص:۲۳۰)حالانکہ قرآن مجید میں یہ الفاظ موجود ہیں،جن کے ذریعہ آدمؑ نے اپنے رب سے معافی مانگی،وہ الفاظ یہ ہیں:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔

اوراوپروالی حدیث جس میں واسطے اور وسیلے ہیں،علامہ البانی نے اسے موضوع کہا۔(**سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ رقم ۲۵**)،اس روایت میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے،امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ اپنے باپ سے موضوع روایات بیان کرتا ہے۔

روی عن ابیہ احادیث موضوعۃ لا یخفی علی من تاملہا من اھل الصنعۃ ان الحمل فیہا علیہ۔(**المدخل الی الصحیح رقم ۹۷،ص ۱۵۴**)

اسی طرح اس میں عبداللہ بن مسلم الانصاری مجہول راوی ہے،امام ذہبی فرماتے ہیں کہ لا ادری من ھو۔(**تلخیص الحاکم:ج۲: ص۶۱۵**)

اور المعجم الصغیر کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں۔

حافظ الہیثمی مجمع الزوائد میں کہتے ہیں و فیہ من لم اعرفھم۔(**مجمع الزوائد:ج۸:ص ۲۵۳**)،

ایک اور موضوع حدیث جومندرجہ بالا حدیث سے ملتی جلتی ہے جس کوزکریا صاحب نے فضائل ذکر میں لکھا ملاحظہ فرمائیے:

حضور اقدسﷺ کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم(علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام)سے جب وہ گناہ صادر ہوگیا(جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے،تو ہر وقت روتے تھے اور دعا واستغفار کرتے رہتے تھے،ایک مرتبہ آسمان کی طرف منہ کیا اور عرض کیا: یا اللہ! محمدﷺ کے وسیلے سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں،وحی نازل ہوئی کہ محمدﷺ کون ہیں(جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی)عرض کیا کہ

جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا، تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (ﷺ) سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے، جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا، وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں، لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے، اس حدیث کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ موضوع ہے۔ (**تلخیص المستدرک: ج ۲: ص ۶۱۵**)، علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں کہ یہ موضوع ہے۔ (**سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ج ۱: ص ۳۸**) اور خود بھی زکریا صاحب اس کی مؤید حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری نے اسے موضوعات کبیر میں موضوع کہا ہے، لیکن اس کا معنی صحیح ہے۔

جب زکریا صاحب کا ایک جماعتی اس حدیث پر اعتراض کرتا ہے کہ آدمؑ کی دعا کے الفاظ سورۃ اعراف کی آیت والے ہیں یا اس حدیث والے اور یہ حدیث صحیح ہے یا موضوع اگر صحیح ہے، تو تطبیق کی کیا صورت ہے اور اگر موضوع ہے تو کیا اس قسم کی حدیثوں کی نسبت رسول ﷺ کی طرف کرنا جائز ہے، تو زکریا صاحب اسے یوں جواب دیتے ہیں، قرآن کی آیت اور اس حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔ (آدمؑ کی) صرف ایک دعا ''ربنا ظلمنا انفسنا۔۔'' تو نہیں تھی نہ معلوم کتنے دعائیں اور استغفار کئے ہوں گے اور رہا یہ سوال کہ حدیث کیسی ہے تو جس کے متعلق موضوع کہا، کیا وہ حدیث نہیں ہے، اس لئے کہ ایسی حدیث کے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جس کو بڑے بڑے اکابر علامہ طبرانی، علامہ حاکم، ابونعیم (یہ سب مشہور محدث ہیں) نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہو۔ (**۲۳۲**)

حالانکہ زکریا صاحب جانتے ہیں کہ موضوع روایت کو بے شک کتنا بڑا محدث ہی روایت کیوں نہ کرے، جب تک کہ وہ موضوع نہ لکھ دے، اس کے لئے روایت کرنا حلال نہیں، جیسا کہ اس سے پہلے یہ بحث گزر چکی ہے۔ اپنے جاہل لوگوں کو یہ دھوکا دیا کہ یہ روایت موضوع نہیں، حالانکہ اس کی سند پر کلام پچھلی حدیث میں تفصیل سے ہو چکا ہے اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ موضوع ہے۔ (**تبلیغی جماعت کا اسلام: ص ۱۶۱-۱۶۳**)

الجواب:

اس حدیث کے متعلق، مشہور محدث محمد یوسف صاحب بنوریؒ (م ۱۳۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ غرض حدیثی اور اسنادی اعتبار سے مطلقاً موضوعی کا حکم نہایت مشکل ہے، خصوصاً اتفاقی موضوعی کا حکم۔ بہر حال یہ دونوں دعوے تحقیق و واقعات کے خلاف ہیں۔۔۔۔ وجہ خود محدث بنوریؒ (م ۱۳۹۷ھ) ذکر کرتے ہیں کہ

محدثین کی کتابوں میں کتنی حدیثیں ملتی ہیں کہ اسنادی اعتبار سے یا کسی خاص لفظ کے اعتبار سے ضعیف و ساقط ہوتی ہیں، لیکن معنوی حیثیت سے اور دوسری جہات سے وہ صحیح ہوتی ہیں۔ (**ماہنامہ صدق، ماہنامہ بینات**)

بہر حال، اس روایت پر تحقیق و تفصیل درج ذیل ہیں:

صاحب المستدرک، امام ابو عبداللہ الحاکم الصغیرؒ (م ۴۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو سعيد عمرو بن محمد بن منصور العدل، ثنا أبو الحسن محمد بن إسحاق بن إبراهيم الحنظلي، ثنا أبو الحارث عبد الله بن مسلم الفهري، ثنا إسماعيل بن مسلمة، أنبأ عبد الرحمن بن زيد بن أسلم، عن أبيه، عن جده، عن عمر بن

الخطاب رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لما اقترف آدم الخطيئة قال: يا رب أسألك بحق محمد لما غفرت لي، فقال الله: يا آدم، وكيف عرفت محمدا ولم أخلقه؟ قال: يا رب، لأنك لما خلقتني بيدك ونفخت في من روحك رفعت رأسي فرأيت على قوائم العرش مكتوبا لا إله إلا الله محمد رسول الله فعلمت أنك لم تضف إلى اسمك إلا أحب الخلق إليك، فقال الله: صدقت يا آدم، إنه لأحب الخلق إلي ادعني بحقه فقد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك: هذا حديث صحيح الإسناد۔ (المستدرک للحاکم: ج۲: ص۶۷۲، حدیث نمبر ۴۲۲۸)

اسی طرح، صاحب کتاب الشریعۃ، ثقہ، حافظ محمد بن الحسین الآجریؒ (م ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو بكر بن أبي داود قال: حدثنا أبو الحارث الفهري بن سعيد بن عمرو قال: حدثنا أبو عبد الرحمن عبد الله بن إسماعيل ابن بنت أبي مريم قال: حدثني عبد الرحمن بن زيد بن أسلم، عن أبيه، عن جده عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: "لما أذنب آدم عليه السلام الذنب الذي أذنبه رفع رأسه إلى السماء فقال: أسألك بحق محمد إلا غفرت لي، فأوحى الله عز وجل إليه: وما محمد؟ ومن محمد؟ قال: تبارك اسمك، لما خلقتني رفعت رأسي إلى عرشك وإذا فيه مكتوب لا إله إلا الله محمد رسول الله فعلمت أنه ليس أحد أعظم قدرا عندك ممن جعلت اسمه مع اسمك، فأوحى الله عز وجل إليه: يا آدم، وعزتي وجلالي، إنه لآخر النبيين من ذريتك، ولولاه ما خلقتك۔ (الشریعۃ للآجری: ج۳: ص۱۴۱۵)

اور ثقہ، ثبت، امام ابوالقاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا محمد بن داود بن أسلم الصدفي المصري، حدثنا أحمد بن سعيد المدني الفهري، حدثنا عبد الله بن إسماعيل المدني، عن عبد الرحمن بن زيد بن أسلم، عن أبيه، عن جده، عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: لما أذنب آدم صلى الله عليه وسلم الذنب الذي أذنبه رفع رأسه إلى العرش، فقال: أسألك بحق محمد إلا غفرت لي، فأوحى الله إليه، »وما محمد ومن محمد؟« فقال: تبارك اسمك، لما خلقتني رفعت رأسي إلى عرشك، فإذا فيه مكتوب: لا إله إلا الله، محمد رسول الله، لا إله إلا الله، محمد رسول الله، فعلمت أنه ليس أحد أعظم عندك قدرا ممن جعلت اسمه مع اسمك، فأوحى الله عز وجل إليه: يا آدم، إنه آخر النبيين من ذريتك، وإن أمته آخر الأمم من ذريتك، ولولاه يا آدم ما خلقتك۔ (المعجم الصغیر للطبرانی: ج۲: ص۱۸۲)

المستدرک للحاکم کی سند کی تحقیق:

(۱) صاحب المستدرک، امام ابوعبداللہ الحاکم الصغیرؒ (م ۴۰۵ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث، بلکہ شیخ المحدثین ہیں۔ (الروض الباسم: ج۱: ص۹۸)

(۲) عمرو بن محمد بن منصور، ابوسعید العدل النیسابوریؒ (م ۳۴۳ھ) بھی ثقہ، حافظ ہیں۔ (الروض الباسم: ج۲: ص۷۷۳)، ان کے متابع میں الثقات الحفاظ، امام ابوالقاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) اور امام محمد بن الحسین الآجریؒ (م ۳۶۰ھ) ہیں۔

(۳) محمد بن اسحاق بن ابراہیم، ابوالحسن الحنظلیؒ (م ۲۹۴ھ) بھی ثقہ، فقیہ ہیں۔(ارشاد القاصی والدانی: ص ۵۱۰)، ان کے متابع میں ثقہ، حافظ الحدیث، امام ابوبکر، عبداللہ بن ابی داودؒ (م ۳۱۶ھ) اور صدوق راوی، محمد بن داود بن عثمان بن اسلم الصدفی المصریؒ (م ۲۹۷ھ) ہیں۔(الارشاد القاصی والدانی: ص ۷۷۳، ۵۴۶، مقدمہ مجمع الزوائد: ج ۱: ص ۸)

(۴) ابوالحارث، عبداللہ بن مسلم الفہری من رہط ابی عبیدۃ بن الجراح کا ترجمہ نہیں ملا، لیکن ان کی جہالت مضر نہیں، کیونکہ المعجم الصغیر للطبرانی اور الشریعۃ للآجری کی سند میں ان کے متابع میں ثقہ راوی، ابوالحارث، احمد بن سعید بن عمرو الفہری موجود ہیں۔(کتاب الثقات للقاسم: ج ۱: ص ۳۴۵)[۱]

لہذا ان پر جہالت کا اعتراض مردود ہے۔

(۵) اسماعیل بن مسلمۃ القعنبیؒ (م ۲۰۹ھ) ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تحریر تقریب التہذیب: رقم ۴۹۱) اور ان کے متابع میں عبداللہ بن اسماعیل المدنی ہیں، اور ان سے مراد - فیما ظہر لی - عبداللہ بن اسماعیل المدینی یا المدائنیؒ ہیں، جن سے محمد بن ہارون المخزومی الفلاسؒ (م ۲۶۴ھ) اور ابوالحارث، احمد بن سعید بن عمرو الفہری نے روایت لی ہے۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج ۵: ص ۴)[۲]

(۶) عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ (م ۱۸۲ھ) ترمذی و ابن ماجہ کے راوی اور ضعیف ہیں۔(تقریب: رقم ۳۸۶۵)
ان کے بارے میں بعض ائمہ کے اقوال درج ذیل ہیں:

- صدوق، امام ابوبکر البزارؒ (م ۲۹۲ھ) نے کہا: ''أجمع أهل العلم بالنقل على تضعيف أخباره، وليس هو بحجة فيما ينفرد به''۔

- امام ابن خزیمہؒ (م ۳۱۱ھ) نے کہا: ''ليس هو ممن يحتج أهل العلم بحديثه لسوء حفظه، هو رجل صناعته العبادة و

---

(۱) الشریعۃ للآجری کے مطبوعہ نسخے میں ''حدثنا أبو بكر بن أبي داود قال: حدثنا أبو الحارث الفهري بن سعيد بن عمرو'' کے بجائے ''حدثنا أبو بكر بن أبي داود قال: حدثنا أبو الحارث الفهري قال: حدثني سعيد بن عمرو'' آ گیا ہے۔(دیکھئے الشریعۃ للآجری: ج ۳: ص ۱۴۱۵، ت الدکتور الدمیجی)، لیکن المعجم الصغیر للطبرانی: ج ۲: ص ۱۸۲، حدیث نمبر ۹۹۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ج ۶: ص ۳۱۳ میں یہی روایت ہے اور وہاں ''أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْفِهْرِيُّ'' موجود ہے۔لہذا صحیح ''حدثنا أبو بكر بن أبي داود قال: حدثنا أبو الحارث الفهري بن سعيد بن عمرو'' معلوم ہوتا ہے۔واللہ اعلم

(۲) الشریعۃ للآجری کے مطبوعہ نسخے میں ''أبو عبد الرحمن عبد الله بن إسماعيل ابن بنت أبي مريم'' کے بجائے ''أبو عبد الرحمن بن عبد الله بن إسماعيل ابن بنت أبي مريم'' آ گیا ہے۔(دیکھئے الشریعۃ للآجری: ج ۳: ص ۱۴۱۵، ت الدکتور الدمیجی)، لیکن المعجم الصغیر للطبرانی: ج ۲: ص ۱۸۲، حدیث نمبر ۹۹۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ج ۶: ص ۳۱۳ میں یہی روایت ہے اور وہ یہاں ابوالحارث، احمد بن سعید بن عمرو الفہریؒ کے استاد کا نام ''عبد الله بن إسماعيل المدني'' موجود ہے۔لہذا صحیح ''أبو عبد الرحمن عبد الله بن إسماعيل ابن بنت أبي مريم'' معلوم ہوتا ہے۔واللہ اعلم

التقشف، ليس من أحلاس الحديث''۔

- امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ ''له أحاديث حسان، و هو ممن احتمله الناس، و صدقه بعضهم، و هو ممن يكتب حديثه''۔

- حافظ عبد العظیم المنذریؒ (م ۶۵۶ھ) نے کہا: ''رواه ابن ماجه من رواية عبد الرحمن بن زيد بن أسلم و قد وثق قال ابن عدي أحاديثه حسان و هو ممن احتمله الناس و صدقه بعضهم و هو ممن يكتب''۔

- حافظ بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ) نے کہا: ''هذا إسناد ضعيف وهب بن سعيد هو عبد الوهاب بن سعيد و عبد الرحمن بن زيد و هما ضعيفان لكن نقل عبد العظيم المنذري الحافظ في كتاب الترغيب إن عبد الرحمن بن زيد وثق و قال قال ابن عدي أحاديثه حسان قال و هو ممن احتمله الناس و صدقه بعضهم و هو ممن يكتب حديثه''۔

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے کہا: ''ضعيف لكن حديثه في المتابعات''۔ **(الجامع فی الجرح والتعدیل: ج ۲: ص ۷۲، تہذیب التہذیب: ج ۶: ص ۱۷۸، الترغیب والترہیب: ج ۳: ص ۱۴، موافقة الخبر الخبر: ج ۱: ص ۳۷۶، مصباح الزجاجة: ج ۳: ص ۷۵)**

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلمؒ (م ۱۸۲ھ) ضعیف ہیں، لیکن متابعت میں مقبول ہیں۔[1]

---

(۱) <u>اعتراض:</u>

بعض الناس کہتے ہیں کہ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم عن ابیہ کی روایت موضوع ہوگی، جیسا کہ حاکم اور ابونعیم نے کہا ہے، جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے۔

<u>الجواب:</u>

ابونعیمؒ (م ۴۳۰ھ) کی اصل عبارت یہ ہے: ''عبد الرحمن بن زيد بن أسلم حدث عن أبيه لا شيء''۔ **(کتاب الضعفاء لابی نعیم: ص ۱۰۲، المسند المستخرج علی مسلم لابی نعیم: ج ۱: ص ۱۷)**، لہذا ابونعیمؒ (م ۴۳۰ھ) نے ان پر وضع حدیث کا الزام نہیں لگایا۔ البتہ حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے یہ بات ''**المدخل الی الصحیح: ص ۱۵۴**'' پر کہی ہے۔ اگر اصرار یہی ہے کہ حاکمؒ کے اقوال میں تناقض ہے، کہ ایک طرف عبد الرحمٰن عن ابیہ کی روایت کو صحیح کہہ رہے ہیں، تو دوسری طرف ان پر وضع حدیث کا الزام بھی لگا رہے ہیں، جیسا کہ ثقہ، حافظ ابن عبد الہادیؒ (م ۷۴۴ھ) نے کہا ہے۔ **(الصارم المنکی: ص ۴۳)**، تو پھر پر تعارض کی وجہ سے، حاکمؒ کے دونوں کے اقوال ساقط ہونگے۔ **(میزان الاعتدال: ج ۲: ص ۵۵۲)**

اور حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کے علاوہ ہم کسی اور امام کا قول نہیں جانتے، جنہوں نے ان پر وضعِ حدیث کا الزام لگایا ہو، غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے ''عبد الرحمن بن زيد بن أسلم عن أبيه'' کی ایک روایت کو متابع کی وجہ سے حسن قرار دیا ہے، واللہ اعلم

(۷)[۱] انکے والد، زید بن اسلمؒ (م ۱۳۶ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، عالم ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۱۱۷)

(۸) ان کے والدِ بزرگ، حضرت اسلم القرشیؒ (م ۸۰ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۴۰۶)

(۹) حضرت عمر بن الخطابؓ (م ۲۳ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ اور خلیفۃ خلیفۃ الرسول ہیں۔ (تقریب: رقم ۴۸۸۸)

لہذا یہ روایت متابع کی وجہ سے حسن ہوگی اور متابع کی تفصیل درج ذیل ہے:

متابع نمبر ۱:

- صدوق، حافظ الحدیث، امام ابوبکر ابن ابی الدنیاؒ (م ۲۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثني محمد بن صالح، قال: حدثنا عون بن كهمس، عن أبي الأسود الطفاوي، وكان ثقة، عن سعيد بن جبير، قال: اختصم ولد آدم، فقال بعضهم: أي خلق أكرم على الله؟ قال بعضهم: آدم خلقه الله بيده, وأسجد له الملائكة. قال آخرون: الملائكة الذين لم يعصوا الله، فقالوا: بيننا وبينكم أبونا, فانتهوا إلى آدم فذكروا له ما قالوا, فقال: يا بني إن أكرم الخلق ما بدأ أن نفخ في الروح, فما بلغ قدمي حتى استويت جالسا فبرق لي العرش فنظرت فيه محمد رسول الله, فذاك أكرم الخلق على الله۔

حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کے صاحبزادوں میں اختلاف ہوگیا، بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مکرم مخلوق کون ہیں؟ کچھ نے کہا: آدمؑ ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ہاتھوں سے بنایا، اور ملائکہ سے انہیں سجدہ کروایا، دوسروں نے کہا: فرشتے (مکرم ہیں) جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی (کبھی) معصیت نہیں کی، پھر آپس میں کہا: ہمارے تمہارے درمیان ابا جی (فیصل) ہیں، تو وہ سب حضرت آدمؑ کے پاس گئے اور ماجرا بیان کیا، آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میرے بچو! یقیناً سب سے مکرم مخلوق وہ ہیں، کہ جب مجھ میں روح پھونکی گئی، اور میرے پیروں تک پہنچی، یہاں تک کہ میں اٹھ بیٹھا تو میرے سامنے عرش ظاہر ہوا، میں نے اس میں ''محمد رسول اللہ'' (لکھا ہوا) دیکھا، سو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مکرم مخلوق ہیں۔ **(الاشراف فی منازل الاشراف لابن ابی الدنیا: رقم ۲۳)**

سند کی تحقیق:

(۱) ابوبکر، عبداللہ بن ابی الدنیاؒ (م ۲۸۱ھ) ابن ماجہ کے راوی اور صدوق، حافظ الحدیث ہیں۔ (تقریب: رقم ۳۵۹۱)

حافظؒ کے الفاظ یہ ہیں:

هذا حديث حسن رجاله موثقون إلا عبد الرحمن فكان من علماء أهل المدينة لكنه ضعيف في الحديث، وقد وجدت للحديث عن ابن عمر أصلا۔

أخرجه الطبراني بإسناد جيد من رواية سعيد بن جبير عن ابن عمر بلفظ صوم يوم عرفة كفارة سنتين، وهي متابعة ناقصة ولذا حسنته۔ (الآمالی المطلقۃ: ص ۱۴۱)

خلاصہ یہ کہ باپ سے بھی روایت کرنے میں عبدالرحمٰن ضعیف ہی ہے، وضاع نہیں۔

(۲) محمد بن صالح القرشیؒ (م ۲۵۲ھ) بھی صدوق اخباری ہیں۔(تقریب: رقم ۵۹۶۳)

(۳) عون بن کھمس بن الحسن، ابو یحیی البصریؒ سنن ابوداود کے راوی اور صدوق، حسن الحدیث ہیں۔(تحریر تقریب التہذیب: رقم ۵۲۲۵)

(۴) ابوالاسود الطفاوی بھی ثقہ ہیں، جس کی تصریح سند میں مذکور ہے اور ان سے عون بن کھمس بن الحسن، ابو یحیی البصریؒ، مسلم بن ابراہیم الازدی الفراہیدیؒ (م ۲۲۲ھ) وغیرہ نے روایت لی ہے۔(فتح الباب فی الکنی والالقاب: ص ۸۰)

(۵) سعید بن جبیرؒ (م ۹۵ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، امام اور جلیل القدر تابعی ہیں۔(تقریب: رقم ۲۲۷۸، سیر)

لہذا یہ سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

متابع نمبر ۲:

- امام ابوالشیخ الاصبہانیؒ (م ۳۶۹ھ) فرماتے ہیں کہ

قال، جدي رضي الله عنه: قال محمد بن يوسف وحدثني محمد بن جعفر، عن أبيه قال: كان من دعاء آدم عليه السلام: رب ظلمت نفسي فاغفر لي وارحمني إنه لا يغفر الذنوب غيرك فأوحى الله عز وجل إليه يا آدم ومن أين عرفت ذلك النبي الأمي ولم أخلقه بعد؟ فقال آدم عليه السلام: إني رأيت على العرش مكتوبا لا إله إلا الله محمد رسول الله فعلمت أن ذلك النبي من صلبي فبحق ذلك النبي إلا ما أطعمتني فأوحى الله عز وجل إلى جبرئيل أن اهبط إلى عبدي فهبط عليه جبرئيل صلى الله على نبينا وعليه وسلم وهبط معه بسبع حبات من حنطة فوضعها على يدي آدم عليه السلام۔

حضرت جعفرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کی دعا میں یہ الفاظ تھے: **رب ظلمت نفسي فاغفر لي وارحمني إنه لا يغفر الذنوب غيرك** تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے آدم! آپ نے ان نبی امی کو کیسے پہچانا جبکہ ابھی میں نے انہیں پیدا بھی نہیں کیا؟ تو آدمؑ نے ارشاد فرمایا: میں نے عرش پر ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا دیکھا، تو میں نے جان لیا کہ یہ نبی ہیں جو میری صلب سے ہوں گے، تو اس نبی کے حق سے آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے کھانا کھلائیے، تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کی طرف وحی فرمائی کہ میرے بندے کے پاس جائیے تو جبرئیلؑ اترے اور ان کے ساتھ سات دانے گیہوں کے تھے جو انہوں نے آدم علیہ السلام کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔(کتاب العظمۃ لابی الشیخ: ج ۵: ص ۱۵۹۶-۱۵۹۷)

سند کی تحقیق:

(۱) امام، حافظ ابوالشیخ، عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الاصبہانیؒ (م ۳۶۹ھ) مشہور ثقہ، ثبت، متقن حافظ الحدیث ہیں۔(تاریخ الاسلام: ج ۸: ص ۳۰۵)

(۲) ان کے دادا، ابوبکر محمود بن الفرج بن عبداللہ الاصبہانی جد ابی الشیخ لامہؒ (م ۲۸۴ھ) بھی ثقہ ہیں۔(بلوغ الامانی بتراجم شیوخ ابی الشیخ الاصبہانی: ص ۱۰۶۵)

(۳) محمد بن یوسف سے مراد [فیما ظهر لی] صدوق راوی محمد بن یوسف بن شداد الجرجانیؒ ہیں۔ کیونکہ اس روایت میں ان کے شیخ، ابو جعفر، محمد بن جعفر بن محمد بن علیؒ (م ۲۰۳ھ) کے بارے میں حافظ حمزۃ السہمیؒ (م ۴۲۷ھ) کہتے ہیں کہ "**کتب عنه من أهل جرجان بجرجان**" جرجان میں اہل جرجان نے ان سے روایات لکھی ہے۔ (**تاریخ جرجان: ص ۳۶۰**) اور محمد بن یوسف بن شداد جرجانی ہیں اور ابو جعفر، محمد بن جعفر بن محمد بن علیؒ (م ۲۰۳ھ)، ان کے شیوخ کے طبقے میں بھی آتے ہیں۔ دیکھئے (**الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج ۸: ص ۱۲۰، تاریخ جرجان: ج ۱: ص ۳۷۴**)،

(۴) ابوجعفر، محمد بن جعفر بن محمد بن علیؒ (م ۲۰۳ھ) کی حدیث کو امام الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے المستدرک میں صحیح کہا ہے۔ (**المستدرک للحاکم: حدیث نمبر ۴۱۰۶، ۴۱۳۹، ج ۱: ص ۴۲**)

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کہتے ہیں کہ "**تكلم فِيهِ وَلم يتْرك**"۔ (**المغنی: ج ۲: ص ۵۶۳، رقم ۵۳۵۸**)، اسی طرح، یحیی بن الحسن کا کہنا ہے کہ "**كَانَ محمد بن جعفر شجاعا عاقلا فاضلا**"۔ (**المنتظم لابن الجوزی: ج ۱۰: ص ۱۲۱**)

(۵) ان کے والدِ بزرگ، حضرت جعفر بن محمد الصادقؒ (م ۱۴۸ھ) صحیح مسلم و کتب ستہ کے راوی اور صدوق، فقیہ، امام ہیں۔ (**تقریب: رقم ۹۵۰**)

معلوم ہوا کہ اس کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، البتہ ابوجعفر، محمد بن جعفر بن محمد بن علیؒ (م ۲۰۳ھ) پر کلامِ خفیف ہے۔ واللہ اعلم [۱]

متابع نمبر ۳:

- امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) ہی فرماتے ہیں کہ

حدثنا علي بن حمشاذ العدل، إملاء، ثنا هارون بن العباس الهاشمي، ثنا جندل بن والق، ثنا عمرو بن أوس الأنصاري، ثنا سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن سعيد بن المسيب، عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: أوحى الله إلى عيسى عليه السلام يا عيسى آمن بمحمد وأمر من أدركه من أمتك أن يؤمنوا به فلولا محمد ما خلقت آدم ولولا محمد ما خلقت الجنة ولا النار ولقد خلقت العرش على الماء فاضطرب فكتبت عليه لا إله إلا الله محمد رسول الله فسكن۔ هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے عیسیٰ محمد (ﷺ) پر ایمان لاؤ اور حکم کیجئے کہ آپ کی

---

(۱) **کتاب العظمة لابی الشیخ** میں بعض جگہ ابوبکر محمود بن الفرج بن عبداللہ الاصبهانیؒ (م ۲۸۴ھ) اور محمد بن یوسفؒ کے درمیان، ابو یعقوب، یوسف بن داود یا دودان کا اضافہ ہے۔ (ص ۱۵۹۵) اور **بلوغ الامانی بتراجم شیوخ ابی الشیخ الاصبهانی: ص ۱۰۶۴** پر تصریح ہے کہ ابو یعقوب، یوسف بن داود یا دودان، یہ المروزی ہے، اور محمود بن الفرج بن عبداللہ الاصبهانیؒ (م ۲۸۴ھ) کے شیوخ کے طبقہ کے مطابق، شاید یہ ثقہ، فاضل، ابو یعقوب، یوسف بن عیسی بن دینار المروزیؒ (م ۲۴۹ھ) ہو۔ (**تقریب: رقم ۷۸۷۶**) واللہ اعلم

امت میں سے جوانہیں پائے وہ ان پر ایمان لائے ، اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں آدمؑ کو پیدا نہ کرتا، اور اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا نہ جہنم کو اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا، پس میں نے اس پر لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا تو وہ پرسکون ہوگیا۔(**المستدرک للحاکم: ج۲:ص۶۷۱، حدیث نمبر ۴۲۲۷**)

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۲) امام علی بن حمشاد المعدلؒ (م۳۳۸ھ) بھی ثقہ، حافظ، متقن ہیں۔(**الروض الباسم: ج۱:ص۷۱۲**)

(۳) ھارون بن العباس الہاشمیؒ (م۲۷۵ھ) بھی ثقہ ہیں۔(**تاریخ الاسلام: ج۶:ص۶۳۵**)

(۴) جندل بن والق التغلبیؒ (م۲۲۶ھ) حسن الحدیث ہیں۔(**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۹۷۹**)

(۵) عمرو بن اوس الانصاری کا ترجمہ نہیں مل سکا لیکن یہ امام حاکمؒ (م۴۰۵ھ) کے نزدیک ثقہ ہیں۔(**المستدرک للحاکم: ج۱:ص۴۲**)

(۶) سعید بن ابی عروبہؒ (م۱۵۶ھ) کتب ستہ کے راوی اور **ثقة حافظ، له تصانيف، كثير التدليس، واختلط، وكان من أثبت الناس في قتادة** ہیں۔(**تقریب: رقم ۲۳۶۵**)

نوٹ:

سعید بن ابی عروبہؒ (م۱۵۶ھ) طبقات ثانیہ کے مدلس ہیں، لہذا ان کا عنعنہ مقبول ہے۔(**طبقات المدلسین لابن حجر: ص۳۱**)

(۷) قتادۃ بن دعامہؒ (م۱۱۹ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، امام ہیں۔(**تقریب: رقم ۵۵۱۸**)

(۸) سعید بن مسیبؒ (م بعد ۹۰ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، امام بلکہ سید التابعین ہیں۔(**تقریب: ۲۳۹۶، الکاشف**)

(۹) عبداللہ بن عباسؓ (م۶۹ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں اور یہی وجہ ہے کہ امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے، مگر ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) اس کو موضوع کہتے ہیں۔(**المستدرک للحاکم مع تلخیص الذہبی: ج۲:ص۶۷۱، حدیث نمبر ۴۲۲۷**)

لیکن خود حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) کے "۲" شاگرد رشید نے، گویا ان کا رد کرتے ہوئے، امام الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) کی تصحیح کو راجح قرار دیا ہے، چنانچہ حافظ تقی الدین السبکیؒ (م۷۵۶ھ) اور حافظ سراج الدین البلقینیؒ (م۸۰۵ھ) نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔(**شفاء السقام: ص۳۵۸، فتاوی البلقینی** بحوالہ **شرح الزرقاني على المواهب اللدنية: ج۱:ص۸۶**)، مزید اس روایت کے شاہد پیش خدمت ہیں:

متابع نمبر ۴:

حافظ ابواحمد، عبیداللہ بن محمد الفرضیؒ (م۴۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا عبد الصمد: حدثنا أحمد بن أبي أحمد القديدي أبو بكر في درب المقبرة باب الشام: حدثنا محمد بن سخت البصري: حدثنا طالوت، عن حماد، عن حميد، عن أنس قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال عمر بن الخطاب: ما أحسن وجهك يا رسول الله، ما أنضر وجهك يا رسول الله، ما أبشر وجهك، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: وما يمنعني من ذاك يا ابن الخطاب، وهذا جبريل يقريني عن الله عز وجل السلام وهو يقول: أنت أكرم من خلقت علي وأحب من خلقت إلي، ولولاك ما خلقت الدنيا، ولولاك ما خلقت الآخرة، ولولاك ما خلقت الجنة، ولولاك ما خلقت النار، ولولاك ما خلقت آدم عليه السلام۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا آپ کا چہرہ مبارک کتنا حسین ہے، آپ کا رخ انور کتنا تر وتازہ ہے، آپ کا وجہ کریم کتنا پر بشارت ہے، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا کیسے نہیں ہوگا اے ابن خطاب، یہ جبرئیل مجھے اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچا رہے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں: میری مخلوق میں آپ میرے نزدیک سب سے مکرم ہیں، اور میری مخلوق میں سب سے زیادہ مجھے محبوب ہیں، اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا، اگر آپ نہ ہوتے تو میں آخرت کو نہ بناتا، اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا، اگر آپ نہ ہوتے تو میں جہنم کو پیدا نہ کرتا، اگر آپ نہ ہوتے تو میں آدمؑ کو پیدا نہ کرتا۔ (فوائد منتقاة من رواية الشيخين أبي الحسن أحمد بن محمد بن الصلت وأبي أحمد عبيد الله بن محمد بن أبي مسلم الفرضي: ص۵۷، ۶۹، طبع دار البشائر الاسلامیۃ)

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) حافظ ابو احمد، عبید اللہ بن محمد الفرضیؒ (م ۴۰۶ھ) ثقہ، امام ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج۹: ص۱۰۶)

(۲) عبد الصمد بن علی الطستیؒ (م ۳۴۶ھ) بھی مشہور ثقہ، محدث ہیں۔ (الدليل المغني لشيوخ الإمام أبي الحسن الدارقطني: ص۲۲۵)

(۳) ابوبکر احمد بن ابی احمد القدیدی سے مراد [فیما ظهر لی] ثقہ راوی ابوبکر احمد بن ابراہیم القدیسیؒ ہیں۔ (تاریخ بغداد: ج۴: ص۲۳۶، کتاب الثقات للقاسم: ج۱: ص۲۶۰)

(۴) محمد بن سخت البصری سے "۲" حضرات ابوبکر احمد بن ابراہیم القدیسیؒ اور علی بن احمد بن النضر الازدیؒ (م ۲۹۵ھ) نے روایت لی ہے۔ (الاکمال لابن ماکولا: ج۵: ص۴۳)

اوران پر کوئی جرح ثابت نہیں، لہذا وہ متابع کی صورت میں مقبول ہونگے۔

(۵) طالوت بن عباد البصریؒ (م ۲۳۸ھ) ثقہ، محدث ہیں۔ (سیر: ج۱۱: ص۲۵)

(۶) حماد بن سلمہؒ (م ۱۶۷ھ) بھی ثقہ، عابد، امام ہیں۔ (تقریب: رقم ۱۴۹۹)

(۷) حمید الطویلؒ (م ۱۴۲ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، مدلس ہیں۔ (تقریب: رقم ۱۵۴۴، نیز دیکھئے الهدی الساری: ص۳۹۹)

(۸) حضرت انس بن مالکؓ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔(تقریب)

معلوم ہوا کہ اس سند کے بھی تمام رواۃ ثقہ ہیں، البتہ محمد بن سخت البصریؒ متابع کی صورت میں مقبول ہیں۔

متابع نمبر ۵:

حافظ ابومنصور، شہردار بن شیرویہ الدیلمیؒ (م ۵۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ

أخبرنا أبي، أخبرنا أبو طالب علي بن الحسين، حدثنا عبدالله بن عيسى بن إبراهيم، حدثنا محمد بن إبراهيم البزار، حدثنا عبدالله بن إسحاق المدائني، حدثنا محمد بن بشار، حدثنا عبيدالله بن موسى القرشي، حدثنا الفضل بن جعفر بن سليمان، عن عبد الصمد بن علي بن عبدالله بن عباس، عن أبيه، عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أتاني جبريل فقال: يا محمد لولاك ما خلقت الجنة، لولاك ما خلقت النار۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے اور فرمایا: (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:) اے محمد (ﷺ)! اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا، اگر آپ نہ ہوتے تو میں جہنم کو پیدا نہ کرتا۔ **(الغرائب الملتقطة من مسند الفردوس لابن حجر: ج۱: ص۴۷۸، حدیث نمبر ۱۹۰)**

اور اس کی دوسری سند ذکر کرتے ہوئے، حافظ معمر بن عبد الواحد، ابن الفاخر الاصبہانیؒ (م ۵۶۴ھ) فرماتے ہیں کہ

ثنا القاضي أبو العلاء بن صاعد بن إسماعيل وأبو الفضل الحسنوي في كتابيهما قالا، ثنا أبو عبدالله الخبازي، ثنا الحاكم أبو عبدالله، ثنا محمد بن صالح بن هاني، ثنا محمد بن إسحاق المنتوف، ثنا عبدالله بن محمد بن سليمان الهاشمي العباسي قال، حدثني عم أبي الفضل بن جعفر بن سليمان بن علي بن عبدالله بن عباس عن عم أبيه عبد الصمد بن علي عن أبيه عن ابن عباس - رضي الله عنهما - قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله - تعالى - أوحى إلي: وعزتي وجلالي لولاك ما خلقت الجنة، ولولاك ما خلقت الدنيا۔ (موجبات الجنۃ: ص۲۸۲)

موجبات الجنۃ سند کی تحقیق:

(۱) حافظ معمر بن عبد الواحد، ابن الفاخر الاصبہانیؒ (م ۵۶۴ھ) مشہور ثقہ، أحد الحفاظ والعارفین بالحدیث ہیں، **(ذیل تاریخ بغداد: ج۱۵: ص۳۴۹، تذکرۃ الحفاظ: ج۵: ص۷۷)** اور ان کے متابع میں صدوق، محدث و حافظ الحدیث ابومنصور، شہردار بن شیرویہ الدیلمیؒ (م ۵۵۸ھ) موجود ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج۵: ص۲۷۰، تاریخ الاسلام: ج۱۲: ص۱۳۷)**

(۲) محدث ابوالفضل، عباس بن احمد بن محمد الحسنوی النیسابوریؒ (م ۵۰۶ھ) صدوق ہیں۔ **(سیر: ج۱۹: ص۲۷۹)** اور ان کے متابع میں بھی صدوق، قاضی ابوالعلاء، صاعد بن منصور بن اسماعیل النیسابوریؒ (م ۵۰۶ھ) اور صدوق حافظ ابوشجاع، شیرویہ بن شہردار الدیلمیؒ (م ۵۰۸ھ) موجود ہیں **(تاریخ الاسلام: ج۱۱: ص۸۷، کتاب الثقات للقاسم: ج۵: ص۲۷۸، التدوین فی اخبار قزوین: ج۳: ص۸۵، النجوم الزاهرة: ج۵: ص۲۱۱)**

(۳) ابوعبداللہ، محمد بن علی الخبازیؒ (م۴۴۹ھ) بھی صدوق ہیں۔(المنتخب من کتاب السیاق لتاریخ نیسابور: ص ۴۳)اور ان کے متابع میں بھی صدوق، فاضل ابوطالب، علی بن الحسین بن الحسن الحسنی الہمذانیؒ (م۴۶۷ھ) موجود ہیں۔(تاریخ الاسلام: ج۱۰: ص۳۹۶)

(۴) ابوعبداللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) صاحب المستدرک علی الصحیحین، مشہور ثقہ، حافظ، شیخ المحدثین ہیں، جن کا تعارف گزر چکا اور ان کے متابع میں بھی صدوق بلکہ ثقہ، فقیہ عبداللہ بن عیسی بن ابراہیم، ابومنصور الہمذانیؒ موجود ہیں۔(تاریخ الاسلام: ج۹: ص۳۳۰)

(۵) محمد بن صالح بن ہانی النیسابوری المیدانیؒ (م۳۴۰ھ) ثقہ، مکثر، زاہد، حافظ ہیں۔(الروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم: ج۲: ص۱۰۴۲)، ان کے متابع میں محمد بن ابراہیم البزار ہیں، جن سے مراد ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن ثابت بن یزید القرشی المعروف بابن شلحویۃؒ (م۳۲۳ھ) ہیں۔(تاریخ دمشق لابن عساکر: ج۵۴: ص ۶، تاریخ الاسلام: ج۷: ص ۶۶۴، نیز دیکھئے الغرائب الملتقطۃ من مسند الفردوس لابن حجر: ج۸: ص۳۹۵، حدیث نمبر ۳۳۹۵)

(۶) محمد بن إسحاق بن عبد الله بن إبراهيم بن عبد الله المستلي النيسابوري أبو عبد الله الملقب بالمنتوفؒ کو امام ابو عبداللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) نے "ذكر الطبقة الخامسة من علماء نيسابور من دخلها و نشر علمه" میں شمار کیا ہے، (تاریخ النیسابور: ص ۵۲، تاریخ الاسلام: ج۶: ص۱۰۱۵)، اوران پر جرح ثابت نہیں ہے، لہذا اس دینی شہرت کی وجہ سے وہ صدوق ہیں، واللہ اعلم اور ان کے متابع میں ثقہ، محدث عبداللہ بن اسحاق المدائنیؒ (م۳۱۱ھ) ہیں۔(ارشاد القاصی والدانی: ص۳۶۸)

(۷) عبداللہ بن محمد بن سلیمان بن جعفر الہاشمیؒ کی حدیث کو امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) نے اپنی کتاب "المستدرک" میں نقل کیا ہے۔(المستدرک للحاکم: ج۳: ص۱۷۶، حدیث نمبر ۴۷۶۰، ج۴: ص۵۰، حدیث نمبر ۶۸۴۸) اوران کی شرط کے مطابق، یہ راوی ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔(المستدرک للحاکم: ج۱: ص۴۲) اور ان کے متابع میں بھی کتب ستہ کے راوی ثقہ، حافظ محمد بن بشار بن عثمان العبدیؒ، امام بندارؒ (م۲۵۲ھ) موجود ہیں۔(تقریب: رقم ۵۷۵۴، الکاشف)[۱]

(۸) الفضل بن جعفر بن سلیمانؒ سے ایک جماعت مثلاً عبیداللہ بن موسی بن ابی المختار باذام الکوفیؒ (م۲۱۳ھ)، عمر بن شبۃ النمیریؒ (م۲۶۳ھ)، عبداللہ بن محمد بن سلیمان الہاشمیؒ وغیرہ نے روایت لی ہے۔(تاریخ ابن عساکر: ج۲۲: ص۴۵۱، موجبات الجنۃ لابن الفاخر: ص۲۸۲)، اوران پر کوئی جرح ثابت نہیں ہے، لہذا وہ صدوق ہیں۔

(۹) عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؒ (م۱۸۵ھ) کی حدیث کو حافظ ابن ابی حاتم الرازیؒ (م۳۲۷ھ) اور ان کے والدِ بزرگ، امام ابوحاتم الرازیؒ (م۲۷۷ھ) نے صحیح قرار دیا ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم: ج۶: ص۱۷۷۹، ج۷: ص۲۱۳۵، نیز دیکھئے ج۱: ص۱۴، علل ابن ابی حاتم: ج۳: ص۴۲۲، العقد الثمین: ج۵: ص۸۰)

---

(۱) مسند الفردوس کی سند میں امام بندارؒ (م۲۵۲ھ) نے یہ روایت "عبيدالله بن موسى القرشي عن الفضل بن جعفر بن سليمان" کی طریق سے نقل کی ہے، جیسا کہ گزر چکا اور عبیداللہ بن موسی بن ابی المختار لکوفیؒ (م۲۱۳ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔(تقریب)

لہٰذا یہ دونوں حضرات کے نزدیک وہ کم از کم صدوق ہیں اور یہ توثیق، ابوجعفر العقیلیؒ (م۳۲۲ھ) کی جرح پر مقدم ہے۔ واللہ اعلم

حافظ ابن جوزیؒ (م۵۹۷ھ) کہتے ہیں کہ ''و کان عظیم الخلق، و کانت فیه عجائب''۔ (المنتظم لابن الجوزی: ج۹: ص ۱۰۴، نیز دیکھئے تاریخ الاسلام: ج۴: ص۹۱۱)، حافظ صلاح الدین الصفدیؒ (م۷۶۲ھ) کہتے ہیں کہ ''و کان کبیر القدر معظماً''۔ (نکث الهمیان في نکت العمیان للصفدی: ص۱۷۵)

خلاصہ یہ کہ عبدالصمد بن علیؒ (م۱۸۵ھ) صدوق ہیں۔ واللہ اعلم

(۱۰) علی بن عبداللہ بن عباسؒ (م۱۱۸ھ) صحیح مسلم وسنن اربع کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۴۷۶۱)

(۱۱) عبداللہ بن عباسؓ (م۶۸ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ روایت حسن ہے۔

متابع نمبر ۶:

حافظ ابوالحسین، علی بن محمد بن عبداللہ بن بشرانؒ (م۴۱۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو جعفر محمد بن عمرو حدثنا أحمد بن إسحاق بن صالح ثنا محمد بن صالح ثنا محمد بن سنان العوقي ثنا إبراهيم بن طهمان عن بديل بن ميسرة عن عبد الله بن شقيق عن {ميسرة قال قلت: يا رسول الله متى كنت نبيا؟ قال لما خلق الله الأرض و استوى إلى السماء فسواهن سبع سموات و خلق العرش: كتب على ساق العرش محمد رسول الله خاتم الأنبياء و خلق الله الجنة التي أسكنها آدم و حواء فكتب اسمي على الأبواب و الأوراق و القباب و الخيام و آدم بين الروح و الجسد فلما أحياه الله تعالى: نظر إلى العرش فرأى اسمي فأخبره الله أنه سيد ولدك فلما غرهما الشيطان تابا و استشفعا باسمي إليه۔

میسرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کب نبی (بنادیئے گئے) تھے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا، اور آسمان پر مستوی ہوئے سو انہیں سات آسمان بنایا اور عرش کو پیدا کیا، (تو) عرش کے پائے پر تحریر فرمایا: ''محمد رسول اللہ، خاتم الانبیاء'' اور اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا جس میں آدم وحواء علیہما السلام کو ٹھہرایا، پس دروازوں، پتوں، قبوں اور خیموں پر میرا نام تحریر فرمایا، جبکہ آدمؑ روح وجسد کے درمیان تھے، پس جب اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا: تو انہوں نے عرش کو دیکھا اور اس پر میرا نام لکھا ہوا دیکھا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ وہ آپ کی اولاد کے سردار ہیں، پس جب شیطان نے انہیں بہکایا تو دونوں نے توبہ کی اور میرے نام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے شفاعت چاہی۔ (کتاب الوفا بفضائل المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بحوالہ المجموع الفتاوی: ج۲: ص ۱۵۰، نیز دیکھئے مجموع فیه مصنفات أبي جعفر ابن البختري: ص۲۵۵)

سند کی تحقیق:

(۱) حافظ ابوالحسین، علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران البغدادیؒ (م۴۱۵ھ) ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج۹: ص ۲۵۸)

(۲) ابوجعفر محمد بن عمرو بن البختری البغدادیؒ (م۳۳۹ھ) بھی ثقہ، ثبت، امام ہیں۔(الدلیل المغنی: ص۳۳۹)

(۳) احمد بن اسحاق بن صالح، ابوبکر الواسطیؒ (م۲۸۱ھ) صدوق ہیں۔(کتاب الثقات للقاسم: ج۱: ص۲۷۷)

(۴) محمد بن صالح، ابوبکر الانماطی البغدادیؒ (م۲۷۱ھ) بھی ثقہ، حافظ الحدیث اور حجت ہیں۔(تاریخ الاسلام: ج۶: ص۲۰۹)

(۵) محمد بن سنان العوقیؒ (م۲۲۳ھ) صحیح بخاری وغیرہ کے راوی اور ثقہ، ثبت ہیں۔(تقریب: رقم ۵۹۳۵)

* حافظ ابن حبانؒ (م۳۵۴ھ) کہتے ہیں کہ ''روی عنه أهل العراق'' ابن سنانؒ سے اہل عراق نے روایت لی ہے۔(کتاب الثقات لابن حبان: ج۹: ص۷۹)،

اس سے معلوم ہوا کہ سند میں موجود، ان کے شاگرد محمد بن صالح سے مراد، محمد بن صالح البغدادی الانماطیؒ (م۲۷۱ھ) ہی ہے، کیونکہ وہ اہل عراق، بغداد سے ہیں۔واللہ اعلم

(۶) ابراہیم بن طہمانؒ (م۱۶۸ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب: رقم ۱۸۹)

(۷) بدیل بن میسرۃ العقیلی البصریؒ (م۱۳۰ھ) صحیح مسلم وسنن اربع کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب: رقم ۶۴۶)

(۸) عبداللہ بن شقیق العقیلیؒ (م۱۰۸ھ) صحیح مسلم وسنن اربع کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب: رقم ۳۳۸۵)

(۹) میسرۃ الفجرؓ صحابی رسول ﷺ ہیں۔(التاریخ الکبیر للبخاری: ج۷: ص۳۷۴)

معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں اور یہی وجہ ہے کہ حافظ الشام، محمد بن یوسف الصالحی الدمشقیؒ (م۹۴۲ھ) نے اس سند کو ''جید، لا بأس به'' قرار دیا ہے۔(سبل الہدی والرشاد: ج۱: ص۸۶)

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ (م۱۸۲ھ) کی روایت کے کئی متابع وشواہد ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ درج ذیل ائمہ وعلماء نے اس [ابنِ زیدؒ کی] حدیث کو صحیح قرار دیا یا اس بات کے قائل ہیں۔

- امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ ''هذا حديث صحيح الإسناد''۔(المستدرک للحاکم: ج۲: ص۶۷۲)

- ثقہ، حافظ ابن الجوزیؒ (م۵۹۷ھ) کہتے ہیں کہ ''لم يزل ذكر نبينا صلى الله عَلَيْهِ وَسلم منشورا وَهُوَ فِي طي الْعَدَم توسل بِهِ آدم وَأخذ لَهُ مِيثَاق الْأَنْبِيَاء على تَصْدِيقه''۔(المدہش لابن الجوزی: ص۱۴۳)

- حافظ تقی الدین السبکیؒ (م۷۵۶ھ) نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(شفاء السقام: ص۳۵۸) اور کہا کہ ''ونحن نقول: قد اعتمدنا فی تصحیحه علی الحاکم و ایضاً عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم لا یبلغ فی الضعف الی الحد الذی ادّعاه''۔ (ص۳۶۱)

- امام عارف بالحدیث والتفسیر تقی الدین ابوبکر بن محمد الحصنی الحسینیؒ (م۸۲۹ھ) بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''فهذا الامام الحافظ قد کفانا المؤنة و صحح الحدیث''۔(دفع شبہ من شبہ وتمرد: ص۱۱۰، نیز دیکھئے ۱۱۲)

- محدث ابوالعباس القسطلانیؒ (م۹۲۳ھ) فرماتے ہیں کہ ''صح أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قال لما اقترف آدم

الخطيئة قال: يا رب، أسألك بحق محمد لما غفرت لي''۔(**المواهب الدنیۃ: ج۳:ص۲۰۵**)

- اور مشہور فقیہ ومحدث، شہاب الدین، ابوالعباس ابن حجر المکی الہیتمیؒ (م ۹۷۴ھ) شواہد کی وجہ سے اس روایت کو قوی کہتے ہیں، چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں: ''فإذا صح عن مثل ابن عباس يكون في حكم المرفوع إلى النبي صلى الله عليه وسلم كما قرره أئمة الأصول والحديث والفقه، وحينئذ فما في الأول من ضعف لو سلم لقائله يكون مجبورا بهذا لأن هذا وحده كاف في الحجية فضم الأول إليه يزيده قوة أي قوة''۔(**الفتاوی الحدیثیۃ: ص۱۳۴**)

خلاصہ یہ کہ اس روایت کو موضوع کہنا محل نظر ہوگا۔

یاداشت